# تفسیرِ قرآن اور دلالتِ سیاق

*نورین بٹ

## Abstract

The importance of context in exegesis of the Qur'an has always been well-appreciated by commentators. Sahaba, Tabeen and tab- e- Tabeen, often used this method of commentary. Although it has been an important method of exegesis but as a technical term Imam Shafi'i, a technical scholar, first established a regular chapter in his book al-Rusala for this method. What matters in the verse will be included in Context? The opinions of the modern researchers differ, in the view of some The context is limited to the connectivity of the dialogue only while in opinion of some scholars, context is also encompassed motives and circumstance along with words and phrases. Despite this debate, interpretation with context indications is an important form of commentary.

قرآن امت محمدی پر اللہ ذی العز والشان کا احسان عظیم اور عنایت کبریٰ ہے۔ یہ حبل متین[1] ذکرِ حکیم اور وسیلہ ناجحہ ہے۔ اس نعمت سابغہ سے اس امت نے خیر الامم کا مقام پایا، دنیا میں خلق کے لیے خالق کا دستور اور اہل الارض کے لیے یہ سماوی ہدایت دنیا میں باعثِ فیض و فلاح اور روزِ قیامت سببِ شفاعت ہو گی۔[2]

یہ کلامِ معجز نبی کریم ﷺ کی آیتِ عظیمہ اور حجتِ قائمہ ودائمہ ہے۔ ایجازِ الفاظ، بلاغتِ معانی اور حسنِ نظم ہر سہ جہت سے یہ کلام باہرہ ایک شاہکار ہے، مگر اس کی وجہِ اعجاز صرف فنونِ ادبیہ ولغویہ کی براعت نہیں، بلکہ مباحث ومضامین اور علوم ومعارف کی جامعیت بھی ہے۔ عقائد، عبادات، آدابِ معاشرت، اخلاق وسیاست اور اصولِ معیشت غرض کہ علوم کا بحر وافر اس میں سمو دیا گیا ہے، انسانی زندگی کا کوئی شعبہ تشنہ نہیں، یہ کلامِ جامع ہمہ پہلوہائے زیست کو محیط ہے۔ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ۔[3]

"ہم نے اس کتاب میں کسی چیز میں کوتاہی نہیں کی"۔

نیز فرمایا وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ۔[4]

"اور ہم نے تم پر (ایسی) کتاب نازل کی ہے کہ (اس میں) ہر چیز کا بیان (مفصّل) ہے"۔

تبیاناً لکل شیء ہونے کے باوصف کتاب اللہ میں اللہ رب العزت نے وجیز الفاظ میں دقیق وکثیر معانی،

---

* لیکچرار، علوم اسلامیہ، جی سی وویمن یونیورسٹی، سیالکوٹ

اشارات علمیہ، سنن کونیہ اور مغیبات تاریخیہ کو جمع کیا ہے جو شرح وبیان کے محتاج ہیں جن کے درست فہم کے بغیر دین ودنیا کی فوز وفلاح کا حصول ناممکن ہے، چنانچہ اللہ نے نہ صرف اس کے الفاظ کو محفوظ فرمایا بلکہ اس کے معانی کے بیان وتفسیر کا اہتمام بھی کیا، چنانچہ علوم القرآن میں علم تفسیر وہ علم ہے جس کی بنا آغازِ وحی ہی سے پڑ گئی، اصحابِ رسول ﷺ نبی بر حق سے استفسار کرتے اور کلامِ منزل کے غموض کو نبی ﷺ بیان فرما دیتے، صحابہ کرامؓ اور تابعین وتبع تابعین میں سے آئمہ تفسیر، معانی القرآن کے ابہامات کو دور فرماتے رہے، حتی کہ مفسرین نے باقاعدہ تفاسیر مرتب وتالیف کیں۔ یہ تمام تفسیر وبیان بے قاعدہ وبے ضابطہ نہ تھا بلکہ مخصوص اساس پر مبنی تھا جس کے مختلف ذرائع واصول ہیں جن میں اہم ترین اصول تفسیر القرآن بالقرآن ہے۔ قرآن سے قرآن کی توضیح کے متعدد طریقے اور انواع ہیں جن میں ایک اہم نوع سیاق ہے، اس کو جانے بغیر مکمل فہمِ قرآن حاصل نہیں ہو سکتا اسی لئے مفسرینِ کرام نے تفسیرِ قرآن میں سیاق کی دلالت کو بالخصوص ملحوظ رکھا۔ سیاقِ کلام کی اہمیت مسلمہ ہے مگر مفہوم قرآن کے بیان میں یہ ایک وسیع اصطلاح ہے جس کا سمجھنا مقصودِ ربانی تک رسائی کے لئے ضروری ہے۔

## سیاق کا مفہوم

علمائے لغت کے نزدیک سیاق کی اصل سواق ہے اور یہ ساق یسوق سے مصدر ہے۔[5] جس سے متعدد معانی نکلتے ہیں، جن میں جانور کو ہانکنا، مال بھیجنا، بیوی کو مہر دینا، (اونٹوں کا) قطار میں چلنا وغیرہ[6] شامل ہیں۔ ابن فارس کے نزدیک ان تمام معانی میں ایک ہی اصل ہے اور وہ ہے "حدو الشئی" یعنی کسی شے سے مسلسل اور قریب ہونا۔[7]

عمومی اصطلاح میں سیاقِ کلام سے مراد کسی کلام سے سابق ولاحق متصل، مسلسل اور لگاتار آنے والا (کلام) ہے اور دلالتِ سیاق سے مراد عبارت کو اس کے ماقبل اور مابعد کی رعایت سے سمجھنا ہے۔[8] لفظ دلالت سیاق قرآنیہ سے مراد کسی کلمہ یا جملہ قرآنیہ کا اس کے ماقبل اور مابعد کے ذریعہ سے بیان ہے۔[9]

## سیاقِ قرآنی کے مکونات / عناصر

تفسیر قرآن میں سیاقِ قرآنی اور اس کی دلالت بہت اہمیت کی حامل علماء ومفسرین فہم قرآن میں سیاق کو اساس واصل گردانتے ہیں، حضرت عمر بن خطابؓ کا قول ہے۔

ان ھذا القرآن کلام اللہ عزوجل فضعوہ علی مواضعہ ولا تتبعوا فیہ

اھواء کم۔[10]

"یہ قرآن اللہ کا کلام ہے اس کو اس کے موضع (مقام) پر رکھو اور اپنی خواہشات کی پیروی نہ کرو"۔

سیاق میں کیا امور شامل ہیں اس بارے میں جدید محققین کی دو رائے ہیں

**اول:** دلالتِ سیاق صرف مقال (ربط الفاظ وجملہ اور غرض وغایت داخلی) تک محدود ہے، اس رائے کے حاملین[11] کے نزدیک حالِ متکلم و مخاطب اور اقرانِ خارجیہ سیاق میں شامل نہیں۔[12]

**دوم:** عصر حاضر کے بعض محققین[13] کے نزدیک مقال وحال دونوں سیاق میں داخل ہیں[14] چنانچہ انہوں نے سیاق کو دو اقسام میں تقسیم کیا ہے:

**سیاقِ مقال:** غرض وغایت کلام اور اتصال و نظمِ عبارت۔

**سیاقِ حال:** متکلم و مخاطب کے حالات وغیرہ کیونکہ کلام کو اس کے قائل کے حالات جانے بغیر نہیں سمجھا جا سکتا۔

اہل علم کا یہ اختلاف اس سبب سے ہے کہ اس نوع تفسیر کے کثرتِ استعمال کے باوجود اس کی اصطلاحی تعریف متقدمین کے ہاں نہیں ملتی جو اس کی حدود کا تعین کرے، البتہ قولِ اول کو بعض وجوہ سے ترجیح دی جا سکتی ہے۔

امام شافعیؒ نے "الرسالہ" میں پہلی بار "الصنف الذی یبین سیاقه ومعناه" کے عنوان سے باب قائم کیا۔[15] جس میں اس اصطلاح کو استعمال کیا، جس میں انہوں نے صرف مقال کو ہی سیاق میں شامل کیا ہے۔

اس اختلاف کا جائزہ آئمہ تفسیر[16] کے اقوال کی روشنی میں لیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ انہوں نے اس اصطلاح کا استعمال صرف الفاظ و مکالمہ کے لیے کیا ہے، اور دلالتِ حال کو المقام یا قرائنِ احوال سے تعبیر کیا ہے، جیسے کہ علامہ زرکشیؒ ابن دقیق العید (م ۷۰۳ھ) کا قول نقل کرتے ہیں:

اما السیاق والقرائن فانها الدلالة علی مراد المتکلم من کلامه۔[17]

"جہاں تک سیاق اور اس قرائن کا تعلق ہے تو یہ متکلم کے کلام پر اس کے مراد کی دلالت ہے"۔

علمائے متاخرین کے ہاں اس اصطلاح کی باقاعدہ تعریف بھی ملتی ہے، جن کے مطابق سیاق کا تعلق عبارت کے سابق ولاحق لگاتار و متصل سے ہے، جیسے کہ شیخ البنانی جمع الجوامع کے حاشیہ پر لکھتے ہیں:

قرينة السياق هي ما يدل على خصوص المقصود سابق الكلام المسوق لذلك أو لاحقه۔[18]

"قرینہ سیاق دلیل ہے جو دلالت کرتی ہے خاص مفہوم پر جو سابق یا لاحق کے ساتھ جڑے ہوئے کلام کا مقصود ہوتی ہے"۔

معاصر اہل علم کا یہ اختلاف محض نظری ہے وگرنہ قولِ اول کے قائلین بھی حال کی اہمیت سے انکار نہیں کرتے، لیکن ان کے ہاں اس کے لیے دلالتِ حال کی اصطلاح موجود ہے، چنانچہ سیاق کو صرف مقال تک ہی محدود کرتے ہیں، دوسری جانب قولِ ثانی کے قائلین مغربی علوم وافکار سے متاثر ہیں، جن میں اسلامی علوم سی وسعت ودقت نظری نہیں۔

## انواعِ سیاقِ قرآنیہ

سیاقِ قرآنیہ کو چار انواع میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

۱۔ سیاقِ قرآن

۲۔ سیاقِ سورت

۳۔ سیاق مقطع

۴۔ سیاقِ آیت

## سیاقِ قرآن

سیاقِ قرآن سے مراد قرآن کے اساسی مقاصد اور کلی معانی ہیں جن کو کلیاتِ قرآن کا نام دیا جاتا ہے اور قرآن میں وہ اسالیب مطردہ ہیں جن کو عادۃ القرآن کہتے ہیں یوں اس نوعِ سیاق کو دو وجوہ میں تقسیم کیا جا سکتا ہے

### اول: قرآن کے مقاصدِ عظمی

قرآن مخصوص اغراض اور مقاصد اساسیہ پر مبنی ہے جو تفسیر کلام اللہ میں معتبر ہیں، بلکہ ہر سورت اور آیت کی تفسیر میں مقتضائے حال کے مطابق ان پر اعتماد کرنا لازم ہے، قرآن کے مقاصد کی بحث کی جائے تو اصل جلبِ منفعت اور دفع ضرر ہی ہے خواہ کسی طرح سے ہو۔

## دوم: کلیاتِ قرآن

قرآن میں وارد وہ الفاظ واسالیب جو کسی مخصوص معنی کے لیے ہی استعمال ہوئے ہیں ان کو کلیاتِ قرآن کہا جاتا ہے جیسے کہ علامہ طبریؒ بِكَأْسٍ مِّن مَّعِينٍ [19] کی تفسیر میں ضحاک بن مزاحم کا قول نقل کرتے ہیں کہ کل کاس فی القرآن فھو خمر " کاس کا لفظ قرآن میں جہاں استعمال ہوا ہے اس سے مراد خمر ہے"[20]۔ اسی طرح ابن عُیَیْنہؒ فرماتے ہیں:

ما سمی اللہ تعالیٰ مطرا فی القرآن الا عذابا۔ [21]

مطر کا معنی بارش ہے، مگر قرآن میں یہ لفظ صرف اس بارش کے لیے آیا ہے جو وجہ عذاب تھی نہ کہ بارانِ رحمت، بارانِ رحمت کے لیے غیث کا لفظ وارد ہوا ہے، اگرچہ دونوں لفظ آسمان سے برسنے والے پانی کے لیے عام لغت میں وضع کیے گئے ہیں، مگر قرآن میں ان کا استعمال مخصوص معنی کے لیے ہوا ہے۔، یہ کلی اطلاقات، قرآنی اصطلاحات کو الفاظ واسالیب میں بیان کرتی ہیں اور یہ الفاظ خاص قرآنی اصطلاح بن جاتے ہیں، مگر ان الفاظ واسالیب کو کلیات کی حیثیت، استقراء للقرآن کے بعد ہی حاصل ہوتی ہے، کلیاتِ قرآنیہ کی تفسیرِ قرآن میں بہت اہمیت ہے اور وہ معنی جو استقراء تام سے کسی خاص لفظ یا اسلوب کے لیے مقرر ہو جائیں وہ بلا اختلاف حجت ہیں[22] ۔ کلیاتِ قرآنیہ کے لئے عاداتِ قرآن، استعمال القرآن اور لغت القرآن کی تراکیب بھی استعمال ہوتی رہی ہیں[23]۔ عاداتِ قرآنیہ سے تفسیر بیان کرنا بھی دلالتِ سیاق کی ایک صورت ہے۔ صحابہؓ اور تابعین وتبع تابعین نے اس نوعِ تفسیر سے بھی قرآن کی تفسیر کی اور سب سے زیادہ جس نے اس اسلوب کو اپنایا وہ مقاتل بن سلیمانؒ (م ۱۵۰ھ) تھے۔[24]

سیاقِ قرآن میں شامل دونوں صورتیں مقاصدِ قرآن اور عادات القرآن دونوں تفسیر میں بہت اہم کردار ادا کرتے ہیں، بلکہ بعض صاحب علم حضرات انہی مقاصد کے تحت تفسیر کو ترجیح دیتے ہیں جس سلسلے میں تفسیرِ مقصدی[25] کا منہج سامنے آیا ہے۔ ان کے نزدیک وہ تفسیرِ قرآن اصح ہے جو مقاصد قرآن کو مد نظر رکھتے ہوئے کی جاتی ہے، اسی طرح عاداتِ قرآنیہ بھی تفسیر میں بہت مد ومعاون ہیں، ان کی معرفت سے مفسر بلا تأمل کسی آیت کے ابہام کو دور کرلیتا ہے، ان دونوں صورتوں کو سیاقِ قرآن اس لیے قرار دیا گیا ہے کہ کسی استعمالِ قرآن کو جاننے کے لیے پورے قرآن میں اس کے استعمال اور قرآن

کے مقاصد و مصالح جو تمام قرآن میں ملحوظ رکھے گئے ہیں ان پر نظر کی جاتی ہے۔

## سیاقِ سورت

قرآن کا اعجاز ہے کہ کئی ایک سورتوں پر مشتمل ہے جو متفرق ہونے کے باوجود باہم منظم ہیں، اسی طرح ایک سورت اختلافِ موضوعات کے باجود وحدت متکاملہ ومتناسقہ کی حامل ہے اور ایک مرکزی غرض کے گرد گھومتی ہے، اس بنیادی غرض کو ہی وحدتِ سورت یا سیاقِ سورت کا نام دیا جاتا ہے بعض علماء نے اس کو علم المناسبات کا نام بھی دیا ہے اور باقاعدہ تالیفات بھی مرتب کی ہیں، امام البقاعیؒ (م ۸۸۵ھ) کے بقول آیت کی مناسبت کی معرفت تمام قرآن میں اس غرض یا اغراض پر ترتیب پاتی ہیں جس کے لیے سورت مرتب کی گئی ہوتی ہے۔[26]

سیاقِ سورت سے مفسر تفسیر قرآن کا حظِ وافر پاتا ہے، علامہ ابن تیمیہؒ اور علامہ ابن قیمؒ نے بیانِ معانی قرآن اور استخراجِ دقائق میں سیاق سورت کو بہت اہمیت دی ہے۔

علامہ ابن تیمیہؒ سورت الاحزاب کی غرض اور سیاق یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ سورت نبی کریم ﷺ کے لیے اللہ کی مدد اور ان گروہوں کے بارے میں نازل ہوئی جو آپ پر چڑھ آئے تھے، نیز اس میں تخصصاتِ نبوی ﷺ کا بیان ہے، اسی لیے اس کی ابتدا یا ایھا النبی سے ہوئی ہے۔[27]

اسی طرح علامہ ابن قیمؒ نے سورۃ التحریم کا ہدفِ رئیس نبی ﷺ اور ان کے ازواج کے مقام کو واضح کرنا بتایا ہے، وہ اس سورت میں واردہ امثال کی اس کے سیاق کے ساتھ وجہ مناسبت بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ اور ان کی ازواج مطہرات کے ذکر سے پہلے حضرت نوحؑ اور حضرت لوطؑ کی بیویوں کا تذکرہ ہوا ہے، ان کے حالات اور انجام کا اس جگہ ذکر کرنے کا مقصد نبی کریم ﷺ کے احترام ومقام کی توضیح اور ازواج نبی کریم ﷺ کی تحذیر وتنبیہ ہے کہ اگر وہ نبی کریم ﷺ کی اطاعت نہ کریں گی تو آخرت میں ان کو رسول ﷺ کا تعلق کچھ فائدہ نہ دے گا، جس طرح حضرت نوحؑ اور لوطؑ کی زوجات انبیاء کی اہل ہونے کے باوجود عذاب سے دوچار ہوئیں، لکھتے ہیں:

فی هذه الامثال من الاسرار البديعة ما يناسب سياق السورة فانها سيقت فی ذكر ازواج النبی ﷺ والتحذير من تظاهرهن عليه وأنهن ان لم يطعن الله ورسوله ويردن الدار الآخرة لم ينفعهن اتصالهن برسول الله ﷺ كما لم ينفع امرأة نوح ولوط

اتصالهما بهما۔[28]

"اس مثال میں یہ اسرار بدیعہ ہیں جو سورۃ کے سیاق سے مناسبت رکھتے ہیں وہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی ازواج کے ذکر سے اور ان کی تظاہر سے ان کی تحذیر ہے کہ اگر وہ اللہ اور رسولa کی اطاعت نہیں کرتی تو آخرت میں رسول ﷺ کا اتصال ان کو کوئی فائدہ نہیں دے گا جیسے کہ حضرت نوحؑ اور لوطؑ کی بیوی کا ان (انبیاء) کے ساتھ اتصال نے ان کو فائدہ نہیں دیا"

## سیاق المقطع

سورہِ قرآنیہ متحد المعانی والموضوع آیات کے کئی مقاطع پر مشتمل ہیں جن کی مخصوص اغراض ومقاصد ہیں، سیاق آیات یا سیاقِ نص یا سیاق المقطع سے مراد یہ ہے کہ کسی سورت میں آیات کے کسی گروپ کا محور وغرض ایک ہی ہو یا وہ مقطع کسی معین قضیہ سے متعلق ہو یا ان میں کوئی قصہ بیان کیا گیا ہو، مفہوم قرآنی تک رسائی کے لیے جمیع آیات پر غور کرنا ضروری ہے، آخر کو چھوڑ کر اول پر یا اول کو چھوڑ کر آخر پر اکتفاء نہیں کیا جا سکتا، جیسے قول باری تعالیٰ یَنْفَعُهُمْ ؕ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۫ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ ؕ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ○۔[29] کے متعلق بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس میں وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۫۔ سے مراد شیاطین ہیں اور لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ۔ سے مراد لوگ ہیں، امام طبریؒ کے نزدیک یہ قول درست نہیں اور ان سے مراد یہود ہیں، کیونکہ اس آیت سے ماقبل اور مابعد کی آیات میں یہود کی مذمت بیان ہو رہی ہے، ان کی گمراہیوں پر ان کی سرزنش وتوبیخ ہے، کیونکہ انہوں نے اللہ کی آیات کو پس پشت ڈال رکھا ہے، حالانکہ وہ اپنی ضلالت کا علم بھی رکھتے ہیں سو یہ آیت کے متعلق ایک خبر ہے۔[30]

اسی طرح سورۃ الماعون میں ارشاد ہوا ہے فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ۔[31] صرف اس آیت کو لیا جائے تو بات واضح نہیں ہوتی، بلکہ اس کے بعد آنے والی تین آیات بھی ساتھ ملائی جائیں تو مفہوم صاف ہوتا ہے، کیونکہ ان سب کی غرض وغایت دین میں نمود وریا کی مذمت ہے۔

## سیاقِ آیت

کسی آیت کا سابق ولاحق یعنی ابتدائی وآخری حصہ اس کا سیاق کہلاتا ہے، اور دلالت سیاق سے مراد آیت

کے ما قبل ومابعد آیات سے اعتنا کیے بغیر اس آیت کے سیاق کی رعایت سے اس آیت میں وارد ہ کسی لفظ کے مختلف معانی میں سے کسی معنی کی تحدید وتعیین ہے جو تفسیر بالقرآن کی اہم صورت ہے، مثلاً علامہ ابن کثیرؒ قول باری تعالیٰ

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۠ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ۔[32]

کی تفسیر میں لکھتے ہیں

وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ﴾ الفظ: الغليظ والمراد به ههنا غليظ الكلام لقوله بعد ذلك ﴿غَلِيْظَ الْقَلْبِ﴾ أي: لو كنت سيئ الكلام قاسي القلب عليهم لانفضوا عنك وتركوك ولكن الله جمعهم عليك، والان جانبك لهم تأليفا لقلوبهم۔[33]

"وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ۔ الفظ "الغلیظ یہاں اس سے مراد غلیظ الکلام ہے، اللہ کے اس قول کے سبب جو اس کے بعد ہے ﴿غَلِيْظَ الْقَلْبِ﴾ یعنی اگر تو برے کلام والا اور سخت دل والا ہے ان کے ساتھ تو وہ تجھ سے جدا ہو جائیں گے اور تجھ کو چھوڑ دیں گے، لیکن اللہ نے ان کو تیرے گرد جمع کیا ہے اور تیرے پہلو نرم کیے ہیں ان کی تالیف قلب کے لیے"۔

اس میں کلمہ فظ کا مطلب غلیظ ہے، جس میں غلظ اللسان اور غلظ القلب دونوں شامل ہیں، مگر اس آیت مبارکہ میں کلمہ فظ کی دلالت کو غلظ کلام تک محدود کیا گیا ہے، کیونکہ غلظ القلب کا ذکر اس کے لاحق میں لایا گیا ہے، اگر فظا سے مراد لسان و قلب دونوں کی قساوت لی جائے، تو وہ تکرار ہو گا جو یہاں بے فائدہ ہے اور فصاحت قرآن کے منافی ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّىْ فَاِنِّىْ قَرِيْبٌ ۭ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ ۔[34]

اس آیت میں یہ بیان ہوا ہے کہ اللہ عزوجل اپنے بندوں سے بہت قریب ہے اور اس کی پکار کا جواب دیتا ہے، یعنی جب بندہ اپنے رب سے دعا کرتا ہے تو وہ اس کو قبول فرماتا ہے، بعض مفسرین کے نزدیک

سورۃ الانعام کی آیت فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ۔[35] اس کا بیان ہے، دعا کی قبولیت مشیئت الٰہی پر منحصر ہے۔[36] لیکن اس آیت کے سیاق سے یہ ظاہر ہے کہ مومن کی کی ہوئی دعا رد نہیں ہوتی، کیونکہ مومنین سے وعدہ استجاب مطلق ہے، چنانچہ یا تو جو وہ مانگیں گے وہ دے دیا جائے گا یا آخرت کے لیے وہ دعا ذخیرہ کرلی جائے گی یا اس سے قسمت کی کوئی برائی ہٹادی جائے گی۔[37]

## دلالتِ سیاق اور تفسیر بالقرآن

قرآن عربی زبان میں نازل ہوا جو ابلغ الالسنہ ہے، اس کے مفرد کلمات میں بھی مفہوم کی بہت وسعت ہے، ایک کلمہ متعدد معانی کا حامل ہے، چنانچہ منشائے ربانی کو سمجھنے کے لیے ان کے معنی ومراد کی تحدید ضروری ہے، قرآن کے الفاظ وآیات کے مقصود کی تعیین کے کئی ذرائع ہیں جن میں اہم ذریعہ سیاق ہے۔[38] جو بیان بالقرآن ہی کی ایک وجہ شمار ہوتی ہے، جو جمہور علماء کے نزدیک اصح الطرق ہے، سیاق سے مطالب قرآنیہ کی توضیح کا طریقہ عصرِ جدید کی پیداوار نہیں، عرب نزولِ قرآن سے قبل بھی دلالتِ سیاق کی اہمیت سے واقف تھے، چنانچہ رسولِ کریم ﷺ نے مفہومِ قرآنی کی وضاحت کے لیے سیاق کی رعایت کو ملحوظ رکھا، جیسے کہ ترمذی کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے جب حضرت عائشہؓ نے قولِ باری تعالیٰ

وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ۔[39]

"اور جو دے سکتے ہیں دیتے ہیں اور ان کے دل اس بات سے ڈرتے رہتے ہیں کہ ان کو اپنے پروردگار کی لوٹ کر جانا ہے"۔

کے متعلق سوال کیا کہ کیا جو شراب پیتا ہے اور جو چوری کرتا ہے وہ بھی اس میں شامل ہیں تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں اے بنت صدیق! یہاں وہ لوگ مراد ہیں جو نماز پڑھتے ہیں، روزہ رکھتے ہیں اور صدقہ دیتے ہیں اور اس چیز سے خوف رکھتے ہیں کہ کہیں وہ غیر مقبول نہ ہو۔[40]

نبی کریم نے آیت کے سیاق سے اس کے معانی کی صراحت فرمائی، کیونکہ اس سے متصل اگلی آیت میں ارشادِ ربی ہے

اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِى الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ۔[41]

اگر اس آیت پر اس کے سیاق سے الگ غور کیا جائے تو مطلب بالکل الٹا نکلتا ہے جیسے کہ حضرت عائشہ c کو

گمان ہوا مگر رسول اللہ ﷺ نے سیاق سے واضح کیا کہ اس آیت میں وہ لوگ مذکور ہیں جو نیک اعمال کے باوجود ان کی عدم قبولیت کے گمان سے خائف ہیں۔

صحابہ کرام ﷺ بھی بیانِ قرآن میں سیاق کا خصوصی خیال رکھتے، چنانچہ جب ترجمان القرآن سے خارجی نافع بن الازرق نے کہا: ''اے آنکھ و دل کے اندھے کیا تو خیال کرتا ہے کہ لوگ آگ سے نکالے جائیں گے جب کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنْهَا ۔[42] تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''تمھارا برا ہو پڑھ جو اس (آیت) سے اوپر ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لِيَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۔[43]

اس کے بعد فرمایا

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنْهَا ۡ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ۔[44]

سیاق سے معلوم ہو رہا ہے کہ آیت کفار کے بارے میں ہے، ابن عباسؓ نے خارجیوں کے انحرافی عقیدے کا بطلان آیت کے سیاق سے کیا اور اس کے درست معنی کی وضاحت کر دی۔[45]

تفسیر قرآن میں سیاق کی اہمیت ہمیشہ سے مسلمہ ہے، اس کے بغیر معنی آیت کا کامل فہم ممکن نہیں، چنانچہ علمائے امت نے اس طریقہ تفسیر کا خصوصی خیال رکھا ہے، بلکہ اس قاعدہ کا خصوصی خیال کرتے ہوئے تفاسیر بھی مرتب کیں جن میں آیات و سور کے باہمی نظم و ربط کو واضح کر کے معانی قرآن تک رسائی کی کوشش کی گئیں، ان تالیفات کی فہرست بہت طویل ہے، جن میں نمایاں نام و مقام علامہ مہائمی (م ۸۳۵ھ) کی تفسیر تبصیر الرحمٰن، علامہ البقاعی (م ۸۸۵ھ) کی نظم الدرر اور علامہ جلال الدین سیوطی کی تناسق الدرر کو حاصل ہوا، متاخرین خصوصی طور پر گزشتہ دو صدیوں میں ابھرنے والے تفسیری مکاتب فکر نے اس اصول کو ایک بنیادی اصول تفسیر کے طور پر لیا، ان مکاتبِ فکر میں مدرسہ عقلیہ (سید رشید رضا، مفتی محمد عبدہ) مدرسہ بیانیہ (امین خولی و عائشہ بنت الشاطی) اور فراہی مکتب فکر شامل ہیں۔

مولانا فراہی کے نزدیک بنیادی و قطعی ماخذ تفسیر قرآن ہے، جس کے چار بنیادی اصولوں میں پہلا اصول سیاق و نظم قرآن ہے۔[46] سید رشید رضا جو مدرسہ عقلیہ کے اہم ترین رجال کار ہیں، انہوں نے لفظ کے مفہوم تک رسائی کا افضل قرینہ سیاق کو قرار دیا ہے۔[47]

اگرچہ ان مکاتیب فکر نے سیاق کی رعایت میں غلو سے کام لیا ہے اور غلطی بھی کی ہے، مگر یہ حقیقت ہے کہ سیاق جواہرِ قرآن تک پہنچنے کی ایک راہ ہے، اگر قواعد وضوابط کے ساتھ اس طرزِ تفسیر سے مدد لی جائے تو بلاشبہ یہ تفسیر بالقرآن ہونے کی وجہ سے تفسیر کا اعلیٰ درجہ ہے۔

## نتائج بحث

تفسیرِ قرآن میں سیاق کی اہمیت ہمیشہ سے مسلمہ ہے مفسرین نے اس کا خصوصی اہتمام کیا۔ صحابہؓ، تابعینؒ و تبع تابعینؒ نے کثرت سے اس طریق، تفسیر کو استعمال کیا البتہ اس پر بطور فنی اصطلاح امام شافعیؒ نے سب سے پہلے الرسالہ میں اس پر باقاعدہ باب قائم کیا۔ یہ ایک وسیع اصطلاح ہے جسکی چار انواع ہیں: سیاقِ قرآن، سیاقِ سورت، سیاقِ مقطع، سیاقِ آیت۔ سیاق میں کون سے امور شامل ہیں جدید محققین کی آراء میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک دلالتِ سیاق صرف ربطِ الفاظ وجملہ اور غرض وغایتِ داخلی تک محدود ہے، جب کہ بعض کے نزدیک متکلم ومخاطب کے حالات وغیرہ بھی اس میں داخل ہیں۔ حال ومقال کی اس بحث کے باوجود یہ تفسیر بالقرآن کی ایک اہم صورت ہے۔

## حوالہ جات

[1]ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ (م ۲۷۹ھ)، السنن، کتاب فضائل القرآن عن رسول اللہ، باب ماجاء فی فضل القرآن، بیروت، دار احیاء التراث العربی، (س ن)، ۵ :۱۷۲

[2] بیہقی، احمد بن الحسین بن علی، (م ۴۵۸ھ) ، السنن الصغریٰ، باب فی فضل القرآن، مکتب الدار المدینۃ المنورۃ، ۱۹۸۹ء، ۱ :۵۴۷

[3]الانعام، ٦ :۳۸

[4]النحل، ١٦ :۸۹

بن الاثیر، المبارک بن محمد بن محمد بن محمد ابن عبد الکریم الشیبانی(م ٦٠٦ھ)، النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر، بیروت، مکتبۃ العلمیۃ، [5]۱۹۷۹ء، ۰۲: ۴۲

ابن منظور، محمد بن مکرم، الافریقی (م ۷۱۱ء)، لسان العرب، دار صادر، بیروت، (س ن)، ۱۰: ١٦٦؛ الازہری، ابو منصور محمد بن [6]احمد (م ۳۷۰ھ) تہذیب اللغۃ، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۲۰۰۱، ۰۹: ۱۸۵

[7]ابن فارس،، ابو حسین احمد (۳۹۵ھ) مقاییس اللغۃ، بیروت، لبنان، دار الجیل، ۰۳: ۱۱۷

[8]عبد الحکیم ابن عبد اللہ القاسم، دلالۃ القرآنی واثرھا فی التفسیر دراسۃ نظریہ تطبیقیۃ من خلال تفسیر ابن جریر، رسالۃ لدرجہ ماجستیر، جامعہ الامام محمد بن سعود، الاسلامیۃ ۱۴۲۱ھ،: ۰٦

[9]المطیری، عبد الرحمٰن عبد اللہ سرور جرمان، السیاق القرآنی واثرہا فی التفسیر دراسۃ نظریۃ وتطبیقۃ من خلال تفسیر ابن کثیر، رسالۃ ماجستیر جامعہ ام القریٰ، ۲۰۰۸ء،: ۴۷

احمد بن عمرو بن ابی عاصم (م ۲۸۷ھ)، الزھد، دار الریان للتراث القاہرہ ۱۴۰۸ھ، ۰۱: ۳۵؛ السیوطی، جلال الدین، الدر المنثور، [10] ۰۷: ۳۳۰

[11]المثنی عبد الفتاح، نظریہ سیاق، احمد لاقی فلاح المطیری

[12]عبد الرحمٰن عبد اللہ المطیری، السیاق القرآنی واثرہا فی التفسیر دراسۃ نظریۃ وتطبیقۃ من خلال تفسیر ابن کثیر،: ٦۵

[13]فھد بن شتوی، الشتوی، محمد الربیعہ وغیرہ

[14]عبد الرحمٰن عبد اللہ المطیری، السیاق القرآنی واثرہا فی التفسیر دراسۃ نظریۃ وتطبیقۃ من خلال تفسیر ابن کثیر،: ٦۴

[15]، (محمد بن ادریس الشافعی (م ۲۰۴ھ)

[16]علامہ ابن جریر، طبری، ابن عطیہ، ابن تیمیہ، ابی حیان، ابن قیم اور ابن کثیر وغیرہ

[17]ابن دقیق، تقی الدین، العید، احکام الاحکام شرح عمدۃ الاحکام، مطبعۃ السنۃ المحمدیہ ۲۰۱۰ء، ۰۲ : ۲۱

[18]البنانی، عبد الرحمٰن، جار اللہ المغربی (م ۱۱۹۸ھ)، حاشیہ علی جمع الجوامع، دار الکفر، ۰۱ : ۲۱

[19]الصافات، ۳۷: ۴۵

[20]الطبری، ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید (م ۳۱۰ھ) جامع البیان عن تأویل آي القرآن، دار الفکر، ۱۴۰۵ھ، ۰۱: ۳٦

[21]العسقلانی، ابن حجر، احمد بن علی (م ۸۵۲ھ)، فتح الباری شرح صحیح بخاری، دار المعرفہ بیروت، ۰۸: ۳۰۸

[22] الشنقیطی، محمد الامین بن محمد المختار (م ۱۳۹۳ھ)، اضواء البیان فی ایضاح القرآن بالقرآن، دار الکتب العلمیۃ، لبنان، ۲۰۰۶ء، مقدمہ، ۰۱: ۱۶

[23] کلیات قرآن کے لیے عادات القرآن کی اصطلاح بھی ملتی ہے جس کو ان معنوں میں چھٹی صدی میں سب سے پہلے زمخشری نے کشاف میں استعمال کیا، بعد ازاں رازیؒ، بیضاویؒ، ابن تیمیہؒ، ابن قیمؒ، زرکشیؒ، ابن حجر وغیرہ نے بھی یہ اصطلاح استعمال کی، مگر ابن عاشور نے سب سے پہلے عادات القرآن کی اصطلاح کو مستقل باب کے عنوان کی صورت میں متعارف کروایا۔

[24] کلیاتِ قرآن کا علم وجوہ ونظائر سے گہرا تعلق ہے، چنانچہ مقاتل نے وجوہ ونظائر فی القرآن الکریم کے نام سے ایک کتاب تالیف کی جس میں کئی ایک کلیات قرآن مذکور ہیں، مزید ان کی تفسیر جو تفسیر مقاتل کے نام سے معروف ہے اس میں بھی کلیات قرآنیہ سے تفسیر کی بیشتر مثالیں ملتی ہیں۔

[25] ابن عاشور نے مقاصدِ شریعت کو تفسیر میں بہت اہمیت دی ہے، بلکہ اپنے مقدمہ تفسیر میں اس پر خصوصی بحث کی ہے اور ان کو پیش نظر رکھتے ہوئے قرآن کے مفہوم کی وضاحت تفسیرِ مقصدی کہلاتی ہے

[26] البقاعی، برھان الدین، ابی الحسن ابراہیم بن عمر (م ۸۸۵ھ)، نظم الدرر فی تناسب الآیات والسور، دار الکتب الاسلامی قاہرہ، ۱۹۸۴ء، ۰۱: ۱۸

[27] ابن تیمیہؒ احمد بن عبد الحلیم (۷۲۸ھ)، مجموع الفتاویٰ، مکتبہ ابن تیمیہ، الطبعۃ الثانیہ، ۲۸: ۴۳۳

[28] ابن قیم، شمس الدین، ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر (م ۷۵۱ھ)، الامثال فی القرآن، مکتبہ الصحابۃ طنطا مصر، ۱۴۰۶ھ،: ۵۷

[29] البقرۃ، ۲: ۱۰۲

[30] ابن جریر، طبری، جامع البیان، ۰۲: ۴۵۶

[31] الماعون، ۱۰۷: ۰۳

[32] آلِ عمران، ۳: ۱۵۹

[33] ابن کثیر، تفسیر القرآن الکریم، ۰۱: ۴۲۱

[34] البقرۃ، ۲: ۱۸۶

[35] سورۃ الانعام، ۶: ۴۱

[36] ابن عطیہ، ابو محمد عبد الحق بن غالب (م ۵۴۶ھ)، المحرر الوجیز، دار الکتب العلمیۃ لبنان، ۱۹۹۳، ۰۱: ۲۵۶

[37] ابن جریر، طبری، جامع البیان، ۰۲: ۱۵۹

[38] زید بن عبد اللہ، السیاق القرآنی واثرہ فی الکشف عن المعانی، مجلہ جامعہ الملک السعود، العلوم التربویۃ والدراسات الاسلامیہ، طبعہ، ۲۰۰۳م،: ۸۳۸

[39] المومنون، ۲۳: ۶۰

[40] الترمذی، جامع الترمذی، ابواب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ المومنین، حدیث: ۳۱۷۵

[41] المومنون، ۲۳: ۶۱

[42] المائدۃ، ۵: ۳۷

[43] ایضا، : ۳۶

[44] ایضا، : ۳۷

[45] ابن جریر، طبری، جامع البیان، ۰۶: ۲۲۸

محمد اقبال احمد فرحات، اصول التفسیر عند العلامۃ الفراہی عرض ونقد، مجلہ جامعہ الشارقہ (شارجہ)، للعلوم الشرعیۃ والانسانیہ،

۰۳: ۳۸۰

[46] ، العدد ۰۲، جمادی الاولیٰ ۱۴۲۷ھ، ۲۰۰۶

[47] محمد رشید بن علی رضا بن محمد یونس (م ۱۳۵۴ھ) ، تفسیر المنار، الھیئۃ المصریۃ العامہ لکتاب، ۱۹۹۰ء، ۰۱: ۲۲